

استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ، زکوٰۃ پر مبنی

نظام عدل، معاشی ترقی اور فلاح عامہ

عبدالقدیر بن محمد اشرف

کالم نگار:

الغزالی یونیورسٹی

ٹیکس کی تاریخ اور ارتقاء

17 ویں اور 18 ویں صدی میں ریاستیں تجارتی سرگرمیوں، جنگوں، آمدنی میں تبدیلی اور صنعتی انقلاب جیسے عوامل کی وجہ سے محصول اکٹھا کرنے کے نئے طریقے اختیار کر رہیں تھیں۔

17 ویں صدی سے 19 ویں صدی کے اختتام تک ٹیکس کی نوعیت نے زمین، پیداوار، مزدوری اور تجارتی آمدنی سے لے کر انکم ٹیکس، املاک ٹیکس اور بالآخر اخراجی ٹیکس تک ارتقاء پایا۔

انکم ٹیکس کی تاریخ برطانیہ میں جنگی اخراجات اور عوامی قرضوں کی ضرورت سے شروع ہوئی۔ 1694 میں بینک آف انگلینڈ کا قیام اسی مقصد کے لیے عمل میں آیا۔ 17 ویں اور 18 ویں صدی میں ریاستیں تجارتی سرگرمیوں، جنگوں، آمدنی میں تبدیلی اور صنعتی انقلاب جیسے عوامل کی وجہ سے محصول اکٹھا کرنے کے نئے طریقے اپنا رہی تھیں۔ 17 ویں صدی سے 19 ویں صدی کے اختتام تک ٹیکس کی نوعیت نے زمین، پیداوار، مزدوری اور تجارتی آمدنی سے لے کر انکم ٹیکس، املاک ٹیکس اور بالآخر اخراجی ٹیکس تک ارتقاء پایا۔ 1799 میں نیپولین سے جنگ کے دوران پہلا انکم ٹیکس نافذ کیا گیا جو مختلف آمدنی کی بنیاد پر لگایا جاتا تھا، مگر بعد میں وقتی طور پر ختم کر دیا گیا۔ 1842 میں اسے دوبارہ نافذ کیا گیا تاکہ قرضوں کا بوجھ کم کیا جاسکے، اگرچہ اسے ہنگامی قدم کہا گیا۔ وقت کے ساتھ ٹیکس نظام میں پیچیدگیاں بڑھتی گئیں، خاص طور پر شیڈول ڈی کے تحت افراد نے ٹیکس سے بچنے کے لیے ذاتی انتظامات شروع کیے۔ اس کے باعث ٹیکس ایمانداری پر بوجھ بن گیا۔ انوکئی (قسط وار آمدنی) پر ٹیکس کے معاملے پر بھی اختلافات سامنے آئے کہ صرف سود پر ٹیکس لگے یا اصل رقم پر بھی۔ بالآخر فیصلہ ہوا کہ ٹیکس وقتی ہے اس لیے خاص رعایتیں ضروری نہیں۔ یہ تمام پہلو ظاہر کرتے ہیں کہ انکم ٹیکس صرف مالی ضرورت نہیں بلکہ سیاسی، سماجی اور اخلاقی بحث کا بھی مرکز رہا ہے۔

(The history of taxation)

ایک متبادل نظام زکوٰۃ پہ مبنی معیشت

کسی بھی مملکت اور ریاست کو ملکی انتظامی امور چلانے کے لیے، مستحقین کی امداد، سڑکوں، پلوں اور تعلیمی اداروں کی تعمیر، بڑی نہروں کا انتظام، سرحد کی حفاظت کا انتظام، فوجیوں اور سرکاری ملازمین کو مشاہرہ دینے کے لیے اور دیگر ہمہ جہت جائز اخراجات کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور ان وسائل کو پورا کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ، خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مبارک عہد اور ان کے بعد کے روشن دور میں بیت المال کا ایک مربوط نظام قائم تھا اور اس میں مختلف قسم کے اموال جمع کیے جاتے تھے، مثلاً۔۔۔۔۔

1: ”خمس غنائم“ یعنی جو مال کفار سے بذریعہ جنگ حاصل ہوا اس کے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بعد باقی پانچواں حصہ۔

2: مالِ فبیٰ یعنی وہ مال جو بغیر کسی مسلح جدوجہد کے حاصل ہو۔

3: ”خمس معادن“ یعنی مختلف قسم کی کانوں سے نکلنے والی اشیاء میں سے پانچواں حصہ۔

4: ”خمس رکاز“ یعنی جو قدیم خزانہ کسی زمین سے برآمد ہو، اس کا بھی پانچواں حصہ۔

5: غیر مسلموں کی زمینوں سے حاصل شدہ خراج اور ان کا جزیہ اور ان سے حاصل شدہ تجارتی ٹیکس اور وہ اموال جو غیر مسلموں سے ان کی رضامندی کے ساتھ مصالحانہ طور پر حاصل ہوں۔

6: ”ضوائع“ یعنی لاوارث مال، لاوارث شخص کی میراث وغیرہ۔

لیکن آج کے دور میں جب کہ یہ اسباب و وسائل ناپید ہو گئے ہیں تو ان ضروریات اور اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ٹیکس کا نظام قائم کیا گیا؛ کیوں کہ اگر حکومت ٹیکس نہ لے تو فلاحی مملکت کا سارا نظام خطرہ میں پڑ جائے گا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ مروجہ ٹیکس کے نظام میں کئی خرابیاں ہیں، سب سے اہم یہ ہے کہ ٹیکس کی شرح بعض مرتبہ نامنصفانہ بلکہ ظالمانہ ہوتی ہے اور یہ کہ وصولی کے بعد بے جا اسراف اور غیر مصرف میں ٹیکس کو خرچ کیا جاتا ہے، لیکن بہر حال ٹیکس کے بہت سے جائز مصارف بھی ہیں؛ اس لیے امور مملکت کو چلانے کی خاطر حکومت کے لیے بقدر ضرورت اور رعایا کی حیثیت کو مد نظر رکھ کر ٹیکس لینے کی گنجائش نکلتی ہے۔

اوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق اگر حکومت کے جائز مصارف دیگر ذرائع آمدنی سے پورے نہیں ہوتے تو چند شرائط کے ساتھ : حکومت کو اپنے مصارف پورا کرنے کے لیے ٹیکس لینے کی اجازت ہوگی

1۔ بقدرِ ضرورت ہی ٹیکس لگایا جائے۔

2۔ لوگوں کے لیے قابلِ برداشت ہو۔

3۔ وصولی کا طریقہ مناسب ہو۔

4۔ ٹیکس کی رقم کو ملک و ملت کی واقعی ضرورتوں اور مصلحتوں پر صرف کیا جائے۔

جس ٹیکس میں مندرجہ بالا شرائط کا لحاظ نہ کیا جاتا ہو تو حکومت کے لیے ایسا ٹیکس جائز نہیں، اور ایسا ٹیکس لینے والوں کے متعلق احادیث میں وعید آئی ہے۔

(فتاویٰ شامی)

فتویٰ 143811200046

(دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ اور زکوٰۃ پر مبنی نظامِ عدل ایک ایسی معاشی بنیاد فراہم کرتے ہیں جو نہ صرف دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتی ہے بلکہ حقیقی معاشی ترقی اور فلاحِ عامہ کی ضامن بھی ہے۔

:اس نظام کے اہم خدوخال درج ذیل ہیں

1: استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ .

موجودہ دور کے پیچیدہ اور بھاری ٹیکس، جو غریب پر بوجھ بنتے ہیں اور پیداواری صلاحیت کو کم کرتے ہیں، ان کی جگہ ایک ایسا سادہ پر مبنی ہو۔ (Circulating Wealth) کے بجائے جمع شدہ دولت (Production) نظام ہونا چاہیے جو پیداوار

2: زکوٰۃ پر مبنی نظام عدل .

دولت کی گردش: زکوٰۃ کا بنیادی مقصد دولت کو چند ہاتھوں میں منجمد ہونے سے روک کر اسے معاشرے کے نچلے طبقے تک پہنچانا ہے۔

سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی: جب جمع شدہ مال پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، تو سرمایہ کار اسے غیر فعال رکھنے کے بجائے کاروبار میں لگانے کو ترجیح دیتا ہے، جس سے روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

3: معاشی ترقی

بڑھتی ہے، تو اشیاء کی طلب میں اضافہ ہوتا ہے، جو براہ راست صنعتی (Purchasing Power) جب غریب طبقے کی قوت خرید اور تجارتی ترقی کا سبب بنتا ہے۔

سودی نظام کا خاتمہ اور شراکت داری پر مبنی مالیات معاشی استحکام لاتے ہیں۔

4: (Social Welfare) فلاح عامہ .

زکوٰۃ و صدقات کے ذریعے ایک ایسا "سوشل سیفٹی نیٹ" قائم ہوتا ہے جہاں ریاست ہر شہری کی بنیادی ضرورت (روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور صحت) کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

یہ نظام معاشرے میں طبقاتی کشمکش کو ختم کر کے بھائی چارے اور معاشی انصاف کو فروغ دیتا ہے۔

:خلاصہ

ایک حقیقی فلاحی ریاست کا قیام تب ہی ممکن ہے جب "ٹیکس برائے بوجھ" کے بجائے "زکوٰۃ برائے برکت و انصاف" کا تصور رائج کیا جائے، تاکہ معیشت کسی مخصوص طبقے کے بجائے پوری انسانیت کی خدمت کر سکے۔

موجودہ عالمی معاشی نظام اکثر استحصالی ٹیکسیشن اور سودی مالیاتی ڈھانچے پر انحصار کرتا ہے، جس کے نتیجے میں دولت کا ارتکاز، طبقاتی تفاوت، اور معاشی عدم استحکام جیسی شکایات عام ہیں۔ اسلام ایک جامع اور عادلانہ معاشی نظام پیش کرتا ہے جس کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے، جس کا مقصد انسانیت کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی فلاح و بہبود ہے۔ اس نظام کے بنیادی ستونوں میں سے ایک استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ اور اس کی جگہ ایک موثر اور منصفانہ زکوٰۃ پر مبنی نظام عدل کا قیام ہے، جو حقیقی معاشی ترقی اور فلاح عامہ کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔ یہ آرٹیکل ان تصورات کا تفصیلی جائزہ مستند حوالوں کے ساتھ پیش کرے گا۔

استحصالی ٹیکسیشن کی نوعیت اور اس کا خاتمہ

موجودہ ٹیکس نظام اکثر پیچیدہ، بوجھل، اور غیر منصفانہ ہوتے ہیں۔ پاکستان جیسے ممالک میں، ٹیکس کا دائرہ کار بکھرا ہوا ہے اور اس میں کئی مستثنیات شامل ہیں، جس کے نتیجے میں طویل مدتی ترقی اور پیداواری صلاحیت میں کمی واقع ہوتی ہے۔ یہ نظام اکثر غریبوں پر بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ ڈالتے ہیں جبکہ امیروں کو اپنی دولت چھپانے کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

اسلامی معاشی نظام میں، ریاست کو عام بھلائی کے لیے ذمہ داریاں عائد کرنے کا حق حاصل ہے۔ تاہم، ابن تیمیہ جیسے فقہاء نے غیر منصفانہ ٹیکسیشن کی مذمت کی جب ریاست نے شرعی حدود کو نظر انداز کیا۔ اسلامی نظام محصولات (ٹیکس) کے کچھ طے شدہ اصول پیش کرتا ہے، جیسے کہ زکوٰۃ، عشر، خراج اور جزیہ۔

زکوٰۃ پر مبنی نظام عدل: ایک بنیادی ستون

زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک ہے اور قرآن مجید میں نماز کے ساتھ ستر سے زائد مقامات پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی اور نمو (ترقی) ہیں۔ یہ ایک مالی عبادت ہے جو صاحب نصاب مسلمانوں پر فرض ہے۔

زکوٰۃ کا معاشی کردار

دولت کی گردش: زکوٰۃ دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکتی ہے اور اسے معاشرے کے مستحق طبقات میں تقسیم کرتی ہے، جس سے عدم مساوات کم ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "تاکہ (وہ مال) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان نہ پھرتا رہے" (سورۃ المحشر، 7: 59)۔

سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی:

زکوٰۃ آمدنی پر نہیں بلکہ بچت اور جمع شدہ مال پر عائد ہوتی ہے۔ اس سے لوگ اپنی دولت کو غیر فعال رکھنے کے بجائے سرمایہ کاری کرنے کی ترغیب محسوس کرتے ہیں، تاکہ سال بہ سال ان کی دولت کم نہ ہو۔

پیداواری صلاحیت میں اضافہ: زکوٰۃ مستحقین کی آمدنی اور قوت خرید کو بڑھاتی ہے، جس سے وہ اپنی بنیادی ضروریات (خوراک، تعلیم، صحت) پوری کر سکتے ہیں اور مجموعی طور پر معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

نظام عدل کا قیام:

اسلامی نظام میں بیت المال کا تصور ہے جو مالیاتی نظام کو منظم کرتا ہے، جہاں محاصل اور مصارف طے شدہ ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے آٹھ مصارف قرآن میں واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں، جن میں فقراء، مساکین، عاملین زکوٰۃ، اور دیگر شامل ہیں۔ مفتی تقی عثمانی صاحب کے مطابق، زکوٰۃ جمع کرنے اور تقسیم کرنے کے انتظامی امور پر بھی زکوٰۃ کی رقم سے خرچ کیا جاسکتا ہے۔ یہ نظام معاشرتی تحفظ فراہم کرتا ہے اور افراد کے درمیان باہمی اعتماد اور تعاون کو فروغ دیتا ہے۔

معاشی ترقی اور فلاح عامہ

اسلامی معاشی نظام کا بنیادی مقصد محض مادی ترقی نہیں بلکہ ایک متوازن اور پائیدار فلاحی معاشرے کا قیام ہے۔

معاشی ترقی کی راہیں

سود کی ممانعت: اسلامی اقتصادیات کی ایک اہم خصوصیت سود (ربا) کی مکمل ممانعت ہے۔ سود کو استحصال کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کی جگہ مضاربہ (منافع میں شراکت) اور مشارکہ (مشرکہ منصوبہ بندی) جیسے طریقے رائج ہیں جو خطرے کی شراکت پر مبنی ہیں اور حقیقی معیشت سے جڑے ہوئے ہیں۔

حلال کمائی اور اخلاقیات: اسلام حلال روزی کمانے کی ترغیب دیتا ہے اور تجارت میں سچائی، ایمانداری اور نرمی کی تاکید کرتا ہے۔ پائیدار ترقی: اسلامی معاشی اصول دولت کی منصفانہ تقسیم، پائیداری، اور سماجی ذمہ داری پر زور دیتے ہیں، جو سرمایہ دارانہ نظام کا ایک متبادل پیش کرتے ہیں۔

فلاح عامہ کے ثمرات

زکوٰۃ کی موثر تقسیم غربت کی شدت کو کم کرتی ہے۔ مطالعات سے پتہ چلتا ہے کہ منظم زکوٰۃ پروگرام غربت کی سطح کو نمایاں طور پر کم کر سکتے ہیں۔

یہ نظام معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور امیر اور غریب کے درمیان بڑھتے ہوئے سماجی فاصلے کو کم کرتا ہے۔

چیلنجز اور ممکنہ حل

اگرچہ اسلامی معاشی اصولوں میں بڑی صلاحیت موجود ہے، لیکن چیلنجز بھی کم نہیں ہیں۔ غیر موثر انتظام اور اسلامی مالیاتی نظام کے محدود اطلاق جیسے مسائل درپیش ہیں۔ اسلامی بینکنگ اور زکوٰۃ کے شفاف انتظام کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

نتیجہ

استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ اور زکوٰۃ پر مبنی نظام عدل کا نفاذ ایک ایسا انقلابی فلاحی و معاشی نظریہ ہے جو معاشرے میں عدل، مساوات اور معاشی توازن قائم کر سکتا ہے۔ یہ ایک مکمل اور جامع نظام ہے جو نہ صرف غربت کے خاتمے اور معاشی ترقی کو یقینی بناتا ہے بلکہ انسانی وقار کا تحفظ بھی کرتا ہے۔ اس نظام کا عملی نفاذ ایک منصفانہ، پائیدار اور فلاحی معاشرے کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

استحصالی ٹیکسیشن کا خاتمہ محض ایک معاشی تبدیلی نہیں بلکہ ایک سماجی انقلاب ہے جو معاشرے میں عدل اور توازن پیدا کرتا ہے۔ اسلام نے جہاں "ظلم" کی ہر صورت کو حرام قرار دیا ہے، وہیں ایسے ٹیکسوں کو بھی "مکس" (ناجائز ٹیکس) قرار دیا ہے جو عوام کی استطاعت سے باہر ہوں یا جن کا مقصد صرف اشرافیہ کی عیاشیاں ہوں۔

استحصالی ٹیکس کے خاتمے کے طریقے

الف: زکوٰۃ و عشر کا بطور متبادل نفاذ

(Wealth Tax) کے بجائے "ولتھ ٹیکس (Income Tax) " استحصالی ٹیکسوں کا سب سے بڑا حل یہ ہے کہ معیشت کو "انکم ٹیکس (Tax) یعنی زکوٰۃ پر منتقل کیا جائے۔ زکوٰۃ آمدنی پر نہیں بلکہ جمع شدہ اثاثوں پر ہوتی ہے۔

طریقہ: ریاست تمام غیر پیداواری جمع شدہ اثاثوں پر 2.5 فیصد اور زرعی پیداوار پر 5 سے 10 فیصد (عشر) وصول کرے۔

حوالہ: قرآن کریم میں ارشاد ہے: "ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لیجئے جس کے ذریعے آپ انہیں پاک اور صاف کر دیں" (سورۃ التوبہ: 103)۔

ب: بالواسطہ ٹیکسوں کا خاتمہ (Indirect Taxes)

موجودہ دور میں سب سے زیادہ استحصالی "سیلز ٹیکس" اور "لیوی" کے ذریعے ہوتا ہے جو غریب اور امیر دونوں سے برابر لیا جاتا ہے۔

طریقہ: ضروریات زندگی (آٹا، دالیں، ادویات، ایندھن) پر سے تمام بالواسطہ ٹیکس ختم کیے جائیں۔

فقہی اصول: امام ابو یوسفؒ اپنی کتاب "كتاب الخراج" میں لکھتے ہیں کہ حکمران کو چاہیے کہ وہ رعایا پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے اور محصولات وصول کرتے وقت عدل و احسان کو ملحوظ رکھے۔

ج: انتظامی اخراجات میں کمی اور سادگی

ٹیکسوں کا بوجھ تب بڑھتا ہے جب ریاست کے انتظامی اخراجات حد سے تجاوز کر جائیں۔

طریقہ: سرکاری سطح پر شاہانہ اخراجات کا خاتمہ کیا جائے تاکہ عوام سے مزید ٹیکس لینے کی ضرورت نہ رہے۔

تاریخی حوالہ: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں جب بیت المال کے فضول اخراجات ختم کیے، تو ٹیکسوں کا بوجھ اتنا کم ہو گیا کہ لوگ زکوٰۃ لینے والے تلاش کرتے تھے مگر کوئی ملتا نہ تھا (البدایہ والنہایہ)۔

د: ٹیکس نیٹ کی منطقی توسیع (صرف فاضل دولت پر)

استحصال تب ہوتا ہے جب بنیادی ضرورت کی رقم پر بھی ٹیکس لیا جائے۔

طریقہ: ٹیکس صرف اس رقم پر لیا جائے جو "حاجتِ اصلیہ" (بنیادی ضرورت) سے زائد ہو۔

حوالہ: ابن حزم اندلسیؒ "المحلی" میں لکھتے ہیں کہ اگر زکوٰۃ کی رقم ضرورت مندوں کے لیے کافی نہ ہو تو ریاست امیروں سے مزید رقم لے سکتی ہے، لیکن اس کا رخ صرف صاحبِ ثروت طبقے کی طرف ہونا چاہیے، نہ کہ عام عوام کی طرف۔

2: استحصالی ٹیکسوں کے خاتمے کے ثمرات .

(Boost in Purchasing Power) قوتِ خرید میں اضافہ .

جب عوام کی جیب سے جبری ٹیکس نکلنا بند ہو جائیں گے، تو ان کی قوتِ خرید بڑھے گی۔

اثر: اشیاء کی طلب بڑھے گی، جس سے کارخانے چلیں گے اور معیشت میں تیزی آئے گی۔

غربت کا خاتمہ اور دولت کی منصفانہ تقسیم .

استحصالی ٹیکس غریب سے لے کر امیر کو فائدہ پہنچاتے ہیں (بذریعہ سبسڈی یا میگا پروجیکٹس)، جبکہ زکوٰۃ پر مبنی نظام امیر سے لے کر غریب کو دیتا ہے۔

حوالہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے وقت فرمایا تھا: "انہیں بتاؤ کہ اللہ نے ان پر صدقہ فرض کیا ہے جو ان کے مالداروں سے لیا جائے گا اور ان کے فقراء میں تقسیم کیا جائے گا" (صحیح بخاری: 1395)۔

مہنگائی میں کمی .

تیل، بجلی اور گیس پر موجود ٹیکس براہ راست مہنگائی کا سبب بنتے ہیں۔ ان کے خاتمے سے پیداواری لاگت کم ہوگی۔

ثمر: اشیاء خور و نوش کی قیمتیں عام آدمی کی پہنچ میں آجائیں گی۔

سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی .

لیا جاتا ہے، جو محنت کشوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ (Progressive Tax) موجودہ نظام میں زیادہ منافع کمانے پر زیادہ ٹیکس استحصالی ٹیکس ختم ہونے سے سرمایہ کار اپنا پیسہ چھپانے کے بجائے مارکیٹ میں لائے گا۔

میں اضافہ ہوگا۔ (GDP) ثمرات: روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں گے اور ملک کی جی ڈی پی

معاشرتی امن اور جرم میں کمی

معاشی استحصال ہی اکثر جرائم کی جڑ ہوتا ہے۔ جب بنیادی ضروریات سستی ہوں گی اور ٹیکس کا بوجھ نہیں ہوگا، تو معاشرے میں بے چینی ختم ہوگی۔

حوالہ: شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنی کتاب "حیۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں کہ معاشی ناہمواری اور بھاری ٹیکس معاشرے میں فساد اور اخلاقی پستی کا سب سے بڑا سبب ہیں۔

اختتامیہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ دورِ حاضر کا استحصالی ٹیکس نظام اپنی تمام تر پیچیدگیوں کے باوجود معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم اور "غربت کے خاتمے میں ناکام رہا ہے۔ اس کے برعکس، زکوٰۃ کا الہی نظام نہ صرف معاشی بوجھ کو عام آدمی سے ہٹا کر صاحبِ ثروت طبقے پر منتقل کرتا ہے، بلکہ دولت کے ارتکاز کو روک کر اسے گردش میں لاتا ہے۔ نامور مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی تصنیف 'معاشیاتِ اسلام' میں واضح کیا ہے کہ زکوٰۃ محض ایک مالی ٹیکس نہیں بلکہ ایک سماجی بیمہ ہے جو فرد کو معاشی بے یقینی سے نجات دلاتا ہے۔ اسی طرح مفتی محمد تقی عثمانی نے 'اسلام اور جدید معیشت و تجارت' میں عصرِ حاضر کے مالیاتی مسائل کا حل زکوٰۃ و عشر کے نظام کے احیاء میں مضمر قرار دیا ہے۔ لہذا، انسانی ساختہ جابرانہ ٹیکسوں سے نجات اور حقیقی فلاحی ریاست کا قیام صرف اسی صورت ممکن ہے جب ہم زکوٰۃ پر مبنی نظامِ عدل کو معیشت کی بنیاد بنائیں، جس کے ثمرات سے معاشرے کا ہر کمزور طبقہ مستفید ہو سکے۔